واقعات سیرت (ولادت تا نبوت) اوران سے مستنبط اسباق: ایک تحقیقی جائزہ

The major events of Seerah (From birth to Prophet Hood) and the lessions find there in: A research study

فریدہ کاکڑ[i] ڈاکٹر عبدالعلی اچکزئی[ii]

Abstract

In this article, a detailed overview has been presented about the events that took place in the prestigious life of the Holy Prophet (s.a.w). This study is related to the life time of the Holy Prophet (s.a.w) from his birth till he got the revelation. This period cantains 40 years and the major events occurred there in were the birth, the custodian, the journey to Syira, the war of Fudhool, the construction of Holy Kaaba and the Marriage of the Holy Prophet (s.a.w). The other aspect of this study is associated with the lessons and pieces of advice lies in these events. So after mentioning the events the realted lessons have also been mentioned properly. The methodology of this research paper is inductive where the data has been collected from original and secondry sources and then has been discussed in a scholastic manner.

Key words: Salient, Events, Pieces Of Advisce, Prophethooed

قرآن پاک میں اللہ پاک فرماتے ہیں:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ [1]

"نہیں پیدا کیا میں نے جنس وانس کو، مگر میری عبادت کے لئے۔"

دنیا میں ہر چیز کو اللہ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ عبادت کے طریقوں کو سکھانے کے لئے اللہ نے بہت سے پیغمبر بھیجے ہیں۔ ہر پیغمبر کے ساتھ اپنا دین بھیجا۔ لیکن آخری پیغمبر محمدؐ ہے۔ جن پر دین اسلام مکمل کیا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا [2]

"اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو۔"

آخری نبی حضرت محمدؐ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کے اولاد میں سے ہیں۔ آپ ﷺ ۵۷۱ء میں یتیم پیدا ہوئے۔ قریش کے رواج کے مطابق آپ ﷺ کو حضرت حلیمہ لے کے گئیں۔ چند سال بعد اپنی والدہ کے پاس رہنے لگے

---

i لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، سردار بہادر خان ویمنز یونیورسٹی کوئٹہ بلوچستان

ii پروفیسر وڈین آف سوشل سائینسز، یونیورسٹی آف بلوچستان، کوئٹہ

۔ جب وہ فوت ہو گئی تو آپ ﷺ کی کفالت آپ کے دادا نے کی۔ دو سال بعد ان کا انتقال ہو گیا اس کے بعد آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے آپ کی کفالت کا ذمہ اٹھایا۔ وہ آپ ﷺ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ آپؐ کی اصرار پر انہوں نے آپؐ کو شام بھی لے کے گئے۔ وہاں کسی راہب نے آپ ﷺ کو پہچانا کہ یہ آخری نبی ہیں۔ آپؐ کو واپس کیا گیا۔ آپ ﷺ بچپن سے اچھے انسان تھے۔ لایعنی کاموں میں حصہ نہیں لیتے تھے بلکہ اچھے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ آپؐ نے حلف فضول میں حصہ لیا جو کہ فضیلت والا حلف تھا۔ آپؐ نے کم عمری میں لوگوں کے درمیان صلح کرائی ہیں جیسے تنصیب حجر اسود کے موقع پر آپ نے کئی قوموں کو جنگ وجدل سے بچایا۔ اس کے علاوہ آپؐ کو پہلے ہی سے ذکی تھے برائیوں سے سخت نفرت تھی۔ جب عربوں کی دینی حالات بہت خراب ہو گئی یہاں تک کہ وہ بتوں کی شرک کرنے لگے تو ان حالات میں آپؐ نے غار حرا میں عبادت کے لئے جانا شروع کیا۔ انہی دنوں میں اللہ کی طرف سے آپؐ پر وحی نازل کی گئی۔ رسولؐ نے اللہ کے اس حکم کو پورا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اپنی پوری زندگی دعوت و تبلیغ میں صرف کر دی۔ قرآن کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق تبلیغ کرتے رہے۔ چونکہ آغاز اسلام میں تبلیغ کے لئے ماحول ناساز گار تھا، مکہ میں مسلمان کمزور اور افرادی قوت میں کم تھے۔ مکہ والوں نے آپؐ کو اتنا تنگ کیا کہ آپؐ یہاں سے مدینہ ہجرت کر گئے۔ آپؐ کو مدینہ میں دعوت و تبلیغ کا اچھا موقع مل گیا یہاں تک کہ آپؐ کی طرف لوگ خود اسلام قبول کرنے آنے لگے۔ صحابہ کرامؓ کو مختلف علاقوں میں بھیجا۔ خطوط کے ذریعے بھی آپؐ نے دعوت دی۔ آپؐ کے اچھے انداز تبلیغ ہی کی توسط سے اسلام پھیل گیا۔ آپؐ نے تبلیغ کا فریضہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی امت پر ڈالا۔ چونکہ آپؐ کے بعد اب کسی اور نبی کی بعثت ہونے والی نہیں تھی۔

حضرت محمد ﷺ کا خاندانی پس منظر

حضور ﷺ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ خدا کے حکم کے مطابق حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسماعیلؑ اور اِن کی والدہ ہاجرہ کو وادی غیر ذی زرع (جہاں اب مکہ آباد ہے) میں چھوڑ آئے یہی وہ مقام ہے جہاں بیعت اللہ تعمیر تھا لیکن حوادثِ زمانہ کی وجہ سے منہدم ہو چکا تھا۔ اب خداوند کی مشیت نے چاہا کہ اِس گھر کو دوبارہ تعمیر کیا جائے۔ اِس وادی غیر ذی زرع میں قدرتِ خداوندی سے چشمہ پھوٹ پڑا تھا اور سب سے پہلے قبیلہ بنو جرہم اِس کے جوار میں آباد ہوا۔ جب حضرت اسماعیلؑ سنِ بلوغت کو پہنچے تو حضرت ابراہیمؑ دوبارہ حضرت اسماعیلؑ کے پاس آئے اور دونوں باپ بیٹے نے فرمانِ خداوندی کے تحت بیت اللہ کو از سرے نو تعمیر کیا جس کا ذکر قرآنِ کریم میں آتا ہے:

واذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت واسماعیل [3]

"اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی دیواریں اُٹھا رہے تھے۔"

بیت اللہ کی تعمیریت کے بعد یہ جگہ آباد ہو گئی۔ کئی قبائل جیسے بنو جرہم آکر آباد ہو گئے۔ حضرت اسماعیلؑ نے بنو جرہم کی ایک لڑکی سے شادی کرلی۔ آپ کی بارہ اولادیں ہوئیں۔ حضرت ابراہیم ﷺ کی اولا میں سے قیدار بہت نامور ہوا۔ اِس کی اولاد مکہ میں آباد ہوئی اور بیت التوحید کے حقوق کی نگہداشت کی۔

قیدار کی اولاد میں عدنان اول ایک اولوالعزم اور صاحبِ ہمت شخص گزرا ہے۔ اِس نے اپنے مقدس باپ کے مقدس ورثہ کی پوری حفاظت کی۔ عدنان کی وفات کے بعد قبیلہ بنو جرہم غالب آگیا اور کعبہ کی تولیت بنو اسماعیل سے نکل کر جرہم کے خاندان میں آگئی۔ مدت تک یہ قبیلہ صاحبِ اقدار اور جاہ و حشمت کا مالک رہا۔ بنو اسماعیل نے اپنے آبائی ورثہ کے حصول کی سعی نہ کی۔ پروفیسر غلام رسول چیمہ لکھتے ہیں:

> "قصی نے جو عدنان دوم کے پندرھویں پشت میں سے ہے، اپنا آبائی ورثہ حاصل کر لیا مکہ پر قبضہ کر لیا اور مشترکہ حکومت کی بنیاد ڈالی اور مندرجہ ذیل عہدے قائم کیے۔(۱) حجابتِ کعبہ (۲) سقایت (۳) رفادت (۴) صدارت (۵) لواء (۶) قیادت[4]۔"

قصی نے مرتے وقت کلیدِ کعبہ کے ساتھ تمام اعزازات عبدالدار کو تفویض کر دیے۔ گو اپنے بھائیوں میں سب سے نااہل تھا، لیکن کچھ نہ کچھ فرائض سرانجام دیتا رہا۔

بنو عبدالدار اور بنو عبد مناف میں اختلاف

عبدالدار کے بعد اِن کے فرزند اور عبدِ مناف کے بیٹوں میں مناقشت پیدا ہو گئی۔ عبدالدار کے بیٹے سے کعبہ کی کلید لینے پر اصرار کیا گیا۔ اِس مناقشہ پر قریش کے دو گروہ ہو گئے لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ عبدِ مناف کو سقایت اور رفادت کے اعزازات اور بنو عبدالدار کو کلید برادری، علم اور ندوہ کی صدارت کے فرائض سونپے گئے۔

ابنائے عبد مناف میں سے ہاشم سب سے بڑے تھے، اِس نے مکہ کی تجارت کو فروغ دینے کے لے قیصر روم، حبشہ کے بادشاہ نجاشی، تاجداران یمن اور فارس سے باہم امن و سلامتی کے معاہدے کیے اور یہ بھی معاہدہ کیا کہ اگر قریش اِن ممالک میں سامانِ تجارت لے کر آئیں تو اِن سے کوئی ٹیک نہ کیا جائے۔ اِس طرح مکہ کی تجارت کا سورج نصف النہار تک پہنچ گیا۔ ہاشم کی وفات کے بعد تمام مناصب اور اعزازات مطلب کو تفویض ہوئے، وہ اپنی سخاوت اور دریادِلی کی وجہ سے عرب میں "الفیض" کے نام سے مشہور تھے۔ جب مطلب فوت ہوئے تو تمام مناصب اور فرائض عبدالمطلب کو تفویض ہوئے عبدالمطلب کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ چاہ زمزم ایک مدت سے اَٹ کر گم ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے زائرینِ کعبہ کو پانی کی فراہمی کے لیے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا عبدالمطلب نے جگہ کا پتہ لگا کر چاہِ زمزم کو نئے سرے سے کھدوا کر درست کروایا۔

بنائے خاندان قریش

مولانا شبلی نعمانی کہتے ہیں:

"آنحضرتؐ کا خاندان اگرچہ اباً عن جد معزز اور ممتاز چلا آتا تھا لیکن جس شخص نے اِس خاندان کو قریش کے لقب سے ممتاز کیا وہ نضر بن کنانہ تھے بعض محققین کے نزدیک قریش کا لقب سب سے پہلے فہر کو مِلا اور انہی کی اولاد قریشی ہے[5]۔"

ولادت نبوی ﷺ

رسول اللہؐ کی ولادت باسعادت دوشنبے کے روز ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزرنے کے بعد سنہ فیل میں ہوئی[6]۔ آپ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول روزِ دوشنبہ بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی[7]۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کو آپکی والدہ نے اور دو تین روز کے بعد ثوبیہ نے دودھ پلایا (جو ابو لہب کی لونڈی تھی)۔ اِس زمانے میں دستور تھا کہ شہر کے رؤسا اور شرفاء شیر خوار بچوں کو اطراف کے قصبات اور دیہات میں بھیج دیتے تھے یہ رواج اِس غرض سے تھا کہ بچوں میں فصاحت کا جوہر پیدا کرتے تھے اور عرب کی خالص خصوصیات محفوظ رہتی تھیں۔

واقعہ شق صدر

رسول اللہؐ مدت رضاعت کے ختم ہونے کے بعد بھی بنو سعد ہی میں رہے یہاں تک کہ ولادت کے چوتھے یا پانچویں سال شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت انسؓ سے صحیح مسلم میں مروی ہیں:

"رسول اللہؐ کے پاس حضرت جبریلؑ تشریف لائے۔ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت جبریل نے آپ کو پکڑ کر لٹایا اور سینہ چاک کر کے دل نکالا پھر دل سے ایک لوتھڑا نکال کر فرمایا یہ تم سے شیطان کا حصہ ہے، پھر دل کو ایک طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا اور پھر اسے جوڑ کر اس کی جگہ لوٹا دیا۔ ادھر بچے دوڑ کر آپؐ کی ماں یعنی دایہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے : محمد کو قتل کر دیا گیا۔ ان کے گھر کے لوگ جھٹ پٹ پہنچے، دیکھا تو آپ کا رنگ اترا ہوا تھا[8]۔"

محمد ادریس کاندھلوی اس کے بارے میں لکھتے ہیں :

"بعض کہتے ہیں مہر نبوت ابتدائے ولادت سے تھی اور علمائے بنی اسرائیل آپ کو اسی علامت سے جانتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ شق صدر کے بعد مہر لگائی گئی[9]۔"

شق صدر کے بعد حضرت حلیمہ کو خطرہ محسوس ہوا اور انہوں نے آپؐ کو آپ کی ماں کے حوالے کر دیا۔ ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ چھ سال کے تھے کہ آپ کی والدہ آمنہ جب آپ کو لے کر بنی عدنان بن النجار کے قبیلے میں آئیں کہ آپ کی ملاقات آپ کے ماموں سے کرائیں تو وہاں سے مکہ کی جانب واپسی میں مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء میں انتقال فرما گئیں[10]۔ چنانچہ آپ چھ سال کی عمر تک والدہ کی آغوش محبت میں رہے۔ آپؐ والدہ کی وفات کے بعد اپنے دادا عبد المطلب کے پاس

رہنے لگے۔ ان کا دل اپنے اس یتیم پوتے کی محبت و شفقت کے جذبات سے تپ رہا تھا۔ مولانا صفی الرحمن مبارک پوری کہتے ہیں:

"عبد المطلب کے جذبات پوتے کے لئے ایسے رقت تھی کہ ان کی اپنی صلبی اولاد سے بھی کسی کے لئے ایسے رقت نہ تھی۔ عبد المطلب کے لئے خانہ کعبہ کے سائے میں فرش بچھایا جاتا۔ ان کے سارے لڑکے فرش کے ارد گرد بیٹھ جاتے۔ عبد المطلب تشریف لاتے تو فرش پر بیٹھتے۔ انکی عظمت کے پیش نظر ان کا کوئی لڑکا فرش پر نہ بیٹھتا لیکن رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو فرش ہی پر بیٹھ جاتے[11]۔"

ابو طالب ؓ کی کفالت

عبد المطلب کے دس بیٹے مختلف ازواج سے تھے اِن میں سے آنحضرت ﷺ کے والد عبد اللہ اور ابو طالب ماں جائے بھائی تھے اِس لیے عبد المطلب نے آپ کو ابو طالب ہی کی آغوش میں دِیا، ابو طالب آپ ﷺ سے اِس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپ ﷺ کے مقابلہ میں اپنے بچوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر سوتے اور باہر جاتے تو آپ ﷺ کو ساتھ لے کر جاتے۔ غالباً آپ ﷺ کی عمر جب دس سال کی ہوئی تو آپ ﷺ نے بکریاں چرائیں۔ مولانا شبلی نعمانی کہتے ہے:

"فرانس کے ایک نامور مورخ نے لکھا ہے کہ ابو طالب چونکہ آپ ﷺ کو ذلیل رکھتے تھے اِس لیے آپ ﷺ سے بکریاں چرانے کا کام لیتے تھے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عرب میں بکریاں چرانا معیوب کام نہ تھا بڑے بڑے شرفاء اور امراء بکریاں چراتے تھے[12]۔"

ارشاد ربانی ہے:

ولکم فیها جمال حین تریحون وحین تسرحون [13]

"اور اِس میں تمہارے لیے خوبصورتی اور جمال بھی ہے جبکہ صبح تم انھیں چرانے کے لیے بھیجتے ہو اور جبکہ شام کو واپس لاتے ہو۔"

شام کا سفر

ابو طالب تجارت کا کاروبار کرتے تھے۔ قریش کا دستور تھا، سال میں ایک دفعہ تجارت کی غرض سے شام کو جایا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی عمر تقریباً بارہ برس کی ہوگی، کہ ابو طالب نے حسبِ دستور شام کا ارادہ کیا، سفر کی تکلیف یا کسی اور وجہ سے وہ آنحضرت ﷺ کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ کو ابو طالب سے اِس قدر محبت تھی کہ جب ابو طالب چلنے لگے تو آپ ﷺ اِن سے لپٹ گئے، ابو طالب نے آپ کی دل شکنی گوارا نہ کی اور ساتھ لے لیا۔ عام مورخین کے بیان کے موافق بحیرا کا مشہور واقعہ اِسی سفر میں پیش آیا۔ یہ واقعہ مختصراً یہ ہے کہ جب ابو طالب بصریٰ میں پہنچے تو ایک عیسائی راہب کی خانقاہ میں اُترے جس کا نام بحیرا تھا۔ اِس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر کہا:

"اس لڑکے کی حفاظت کر اور اسے لے کے شام نہ جا یہودی حسد کرنے والے ہیں اور مجھے اس لڑکے کی نسبت ان سے خوف ہے[14]۔"

حرب فجار

رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک پندرہ برس کی ہوئی تو حرب فجار پیش آئی۔ اس جنگ میں ایک طرف قریش اور ان کے ساتھ بنو کنانہ تھے اور دوسری طرف قیس عیلان تھے۔ قریش اور کنانہ کا کمانڈر حرب بن امیہ تھا۔ پہلے پہر کنانہ پر قیس کا پلہ بھاری تھا لیکن دوپہر ہوتے ہوتے قیس پر کنانہ کا پلہ بھاری ہو گیا۔ اسے حرب فجار اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حرام اور حرام مہینے دونوں کی حرمت چاک کی گئی۔ اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ بھی اپنے چچاؤں کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کنت انبل علی اعمامی۔ میں اپنے چچاؤں کو وہ تیر دیتا جاتا تھا جو ان کے دشمنوں کی جانب سے آتے تھے[15]۔

حلف الفضول

لڑائیوں کے متواتر سلسلہ نے سینکڑوں گھرانے برباد کر دیئے تھے اور قتل وسفاکی موروثی اخلاق بن گئے تھے۔ یہ دیکھ کو بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی۔ جنگ فجار سے لوگ واپس پھرے تو زبیر بن عبدالمطلب نے جو رسول ﷺ کے چچا اور خاندان کے سر گروہ تھے۔ جتنے عہد وپیان ہو چکے تھے حلف الفضول کا معاہدہ ان سب میں معزز تھا۔ سب سے پہلے زبیر بن عبدالمطلب نے اس کی دعوت دی بنی ہاشم و بنی زہرہ و بنی تمیم، یہ سب لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے، زبیر نے ان کے لئے کھانے کا انتظام کیا۔ سب نے اللہ تعالیٰ کو بیچ میں ڈال کے ان لفظوں میں عہد کیا:

"جب تک دریا میں صوف کے بھگونے کی شان باقی ہے، ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے تاآنکہ اس کا حق ادا کیا جائے، اور معاش میں ہم (اس کی) خبر گیری ومواسات بھی کریں گے[16]۔"

قریش نے اسی بنا پر اس حلف (عہد) کا نام حلف الفضول رکھا۔ اِس معاہدے کو حلف الفضول اِس لیے بھی کہتے ہیں کہ اول اول اِس معاہدے کا خیال جن لوگوں کو آیا ان کے نام کی فضیلت میں لفظ "فضیلت" کا مادہ داخل تھا۔ یعنی فضیل بن حرث، فضل بن وداعہ اور مفضل، یہ لوگ جرہم اور قطور کے قبیلہ کے تھے۔ اگرچہ یہ معاہدہ بیکار گیا اور کسی کو یاد بھی نہ رہا۔ چنانچہ قریش نے نئے سرے سے بنیاد ڈالی، تاہم بانی اول کو نیک نیتی کا یہ ثمرہ ملا کہ اِن کے نام کی یادگار اب تک باقی ہے[17]۔

ابن کثیر ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ابن جدعان کے مکان میں ایک ایسے باوقار معاہدے میں شرکت کی ہے کہ وہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اگر اس قسم کا معاہدہ دور اسلام میں بھی پیش کیا جائے تو میں اسے ضرور قبول کروں گا[18]۔

برائیوں سے اجتناب

رسول اللہ ﷺ نے بچپن میں بھی برائیوں سے اجتناب کیا آپؐ لایعنی باتیں نہیں کرتے تھے اور نہ اپنا وقت پالتو کاموں میں صرف کرتے تھے۔ابن جریر طبری حضرت علیؓ کی روایت بیان کرتے ہیں "کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو باتیں لوگ ایام جاہلیت میں کرتے تھے ان کے کرنے کا میں نے دو مرتبہ قصد کیا مگر ہر مرتبہ اللہ میرے اور اس بات کے درمیان آگیا۔اس کے بعد میں نے کبھی کسی برائی کے کرنے کا ارادہ تک نہیں کیا۔یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے مجھے اپنی رسالت کی عزت سے سرفراز فرمایا،اور وہ دو مرتبہ کا قصہ بھی یہ ہے کہ میں نے ایک رات اس قرشی نوعمر لڑکے سے جو میرے ساتھ بالائی جگہ میں مویشی چراتا تھا، کہا کہ اگر تم میری بکریوں کی نگرانی رکھو تو میں مکہ جا کر دوسرے نوجوانوں کی طرح پر لطف باتیں کر آؤں۔اس نے کہا،اچھا تم جاؤ میں اس غرض سے مکہ آیا، آبادی کے پہلے گھر تک پہنچا تھا کہ مجھے دف اور باجوں کی آواز آئی۔ میں نے پوچھا، کیا ہے ؟لوگوں نے کہا فلاں کی فلاں عورت سے شادی ہوئی ہے۔یہ اس کا جلوس ہے ۔میں اسے دیکھنے بیٹھ گیا۔اللہ نے میرے کان پٹ کر دیے میں سو گیا۔آفتاب کی تمازت نے مجھے بیدار کیا۔میں اپنے ساتھی کے پاس چلا آیا۔اس نے پوچھا کیا کر آئے۔میں نے کہا کچھ بھی نہیں میرے ساتھ تو یہ واقعہ پیش آیا۔دوسری بات یہ ہوئی کہ ایک رات اب پھر میں نے اپنے ساتھی سے وہی درخواست کی جو پہلے کی تھی،اس نے اسے منظور کر لیا۔میں اس رات پھر مکہ آیا اور اس مرتبہ بھی مجھے وہی برات کے جلوس کے باجے سنائی دیے جو پہلی مرتبہ سنائی دیے تھے۔میں جلوس دیکھنے بیٹھ گیا ۔اس مرتبہ پھر اللہ نے میرے کان بہرے کر دیے۔میں سو رہا اور آفتاب کی تمازت نے مجھے بیدار کیا۔میں نے پھر اپنے ساتھی سے آکر یہ واقعہ بیان کر دیا۔اس کے بعد پھر میں نے کسی برائی کا ارادہ تک نہیں کیا۔یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے مجھے اپنی رسالت سے سرفراز فرمایا[19]۔

تجارت

آنحضرت ﷺ جوان ہوئے تو آپ ﷺ تجارت کی طرف متوجہ ہوئے۔آپ کی چچا ابو طالب نے بھی آپ ﷺ کے لیے اِسی مشغلے کو پسند کیا۔آپ ﷺ تجارتی قافلوں کے ہمراہ مالِ تجارت لے کر کئی مرتبہ گئے اور ہر دفعہ منافع ہوا۔اس سفروں میں لوگوں نے آپ کی دیانت امانت اور خوش معاملگی کا بغور معائنہ کیا نیز شہر مکہ میں بھی جن لوگوں سے بھی آپ ﷺ کا معاملہ ہو سب ہی نے آپ ﷺ کو بے حد امین اور صادق القول، راست کردار اور خوش معاملہ پایا۔

حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کو جب رسول اللہ ﷺ کی راست گفتاری،امانت داری اور نیک کرداری کا علم ہوا، انہوں نے آپ ﷺ کو بلا بھیجا،اور درخواست کی کہ آپؐ میرا مال تجارت لے کر شام جائیں۔میں اب تک دوسرے تاجروں کو منافع میں سے جس قدر حصہ دیتی تھی اس سے بہت زیادہ آپ کو دوں گی اور اپنے غلام میسرہ کو ساتھ کر دوں گی ۔آپ نے یہ تجویز منظور فرمالی اور ان کا مال لے کر روانہ ہوئے۔حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی ساتھ ہو گیا، دونوں شام آئے اور ایک راہب کی خانقاہ کے قریب ایک درخت کے سایہ میں فروکش ہوئے۔یہاں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام

نسطورا تھا۔ اس راہب نے سر اٹھا کر میسرہ کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ شخص جو درخت کے نیچے اترا ہے کون ہے ؟ اس نے کہا یہ اہل حرم کا ایک قریشی ہے۔ راہب نے اس سے کہا کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی اللہ کے اور کوئی شخص آج تک فروکش نہیں ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں جو مال لاد کر لائے بیچ دیا، اور جو خریدنا تھا اسے خرید لیا آپ ﷺ مکہ واپس پلٹے، میسرہ ہمراہ تھا۔ دوپہر اور سخت گرمی کے وقت میسرہ دیکھتا تھا کہ آپؐ اونٹ پر ہوتے ہیں اور دو فرشتے آکر آپ کو تمازت آفتاب سے بچانے کے لئے سایہ کر لیتے ہیں۔ آپؐ خدیجہؓ کے پاس مکہ آئے۔ انہوں نے اس مال کو جو آپ شام سے لائے تھے، بیچا تو اس سے دوچند یا قریب دوچند کے نفع ہوا[20]۔

نکاح

آپ ﷺ کی دیانت، امانت، خوش اخلاقی، پاکبازی، شرافت نجابت وغیرہ خدیجۃ الکبریٰ سے پوشیدہ نہ تھیں۔ اس کے علاوہ میسرہ نے راہب کی باتیں اور آپؐ پر فرشتوں کا سایہ فگن ہونا ان سے بیان کیا اور جناب خدیجہؓ عقل مند شریف اور ہوشیار عورت تھیں۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آدمی بھیجا کہ اے میرے چچا کے بیٹے آپ کے ساتھ رشتہ داری اپنی قوم میں آپ کی بے مثلی آپ کی امانت داری آپ کے حسن اخلاق اور سچائی کی وجہ سے آپ کی جانب میرا میلان خاطر ہے پھر آپ سے اپنے نکاح کی استدعا کی۔ اور خدیجہ ان دنوں قریش کی عورتوں میں نسب و شرف کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ اور مال کے اعتبار سے تمام عورتوں میں بڑی مالدار تھیں۔ ان کی قوم میں سے ہر ایک آرزومند تھا کہ کاش اس کو اس امر پر قدرت ہوتی۔ آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں سے اس کا ذکر کیا اور آپ کے ساتھ آپ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب نکلے۔ اور خویلد بن اسد کے پاس جا کر خدیجہ سے آپ کی نسبت قرار دی۔ اور ان سے آپ کا عقد ہو گیا[21]۔ نکاح کے وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس سال کی تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے آپ کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

صادق اور امین کا خطاب

نہ صرف مکہ بلکہ تمام ملکِ عرب میں آپ ﷺ کی نیکی، خوش اطواری، دیانت، امانت اور راست بازی کی اِس قدر شہرت ہو گئی تھی کہ لوگ آپ ﷺ کا نام لے کر نہیں بلکہ الصادق یا الامین کہہ کر پکارتے تھے۔ تمام ملکِ عرب میں ایک آپ کی ذات تھی جو الصادق اور الامین کی مشار الیہ سمجھی جاتی تھی اور انہی ناموں سے لوگ آپ ﷺ کو پہچانتے اور لیتے تھے۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی ایک واقعہ بزبان ایک عورت بیان کرتے ہیں مسز اینی بیسنٹ ہندوستان میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کی پیشوا اور بڑی مشہور انگریز عورت ہے۔ وہ لکھتی ہے:

"پیغمبر اعظم (آنحضرت ﷺ) کی جس بات نے میرے دل میں اِن کی عظمت و بڑائی قائم کی ہے وہ ان کی وہ صفت ہے جس نے اِن کے ہم وطنوں سے الامین (بڑا دیانت دار) کا خطاب دلوایا۔ کوئی صفت اِس سے بڑھ کر نہیں ہو

سکتی اور کوئی بات اِس سے زیادہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے قابل اتباع نہیں۔ ایک ذات جو مجسم صدق اِس کے اشرف میں کوئی شک ہو سکتا ہے، ایسا ہی شخص اِس قابل ہے کہ پیغامِ حق کا حامل ہو[22]۔"

تعمیرِ کعبہ میں آنحضور ﷺ کی شرکت

ابتدائے عالم سے اس وقت تک خانہ کعبہ کی تعمیر پانچ مرتبہ ہوئی۔ اول بار حضرت آدمؑ نے اس کی تعمیر فرمائی۔ کعبہ کی عمارت صرف قدِ آدم اونچی تھی اور دیوار پر چھت نہ تھی چونکہ عمارت نشیب میں تھی۔ بارش کے زمانے میں شہر کا پانی حرم شریف میں آتا تھا اور اِس کی روک کے لیے بالائی حصہ بنوا دیا گیا تھا لیکن وہ ٹوٹ جاتا تھا اور عمارت کو بار بار نقصان پہنچتا تھا۔ بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ موجودہ عمارت ڈھا کر نئے سرے سے زیادہ مستحکم بنائی جائے۔ حسن اتفاق یہ کہ جدا کی بندرگاہ پر ایک تجارتی جہاز کنارے سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ قریش کو خبر لگی تو ولید بن مغیرہ نے جدہ پہنچ کر جہاز کے تختے مول لے لیے جہاز میں ایک رومی معمار تھا جس کا نام باقوم تھا۔ ولید اِس کو ساتھ لایا اور تمام قریش نے مل کو تعمیر شروع کی مختلف قبائل نے عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لیے تھے کہ کوئی بھی اِس شرف سے محروم نہ رہ جائے لیکن جب حجرِ اسود نصب کرنے کا موقعہ آیا تو سخت جھگڑا پیدا ہوا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ یہ خدمت اُس کے ہاتھ سے انجام پائے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھالیتا تھا تو پیالے میں خون بھر کر اُن میں اُنگلیاں ڈبو لیتا تھا۔ اِس موقع پر بعض دعوے داروں نے یہ رسم ادا کی۔ چاروں دِن یہ جھگڑا برپا رہا۔ پانچویں دِن ابو اُمیہ بن مغیرہؓ نے جو شخص قریش میں سب سے زیادہ معمر تھا رائے دی کہ کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے باب بنی شیبہ سے آئے وہی ثالث قرار دیا جائے گا سب نے یہ رائے تسلیم کی۔ دوسرے دِن تمام قبائل کے معزز آدمی حضرت محمد ﷺ موقع پر پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے زمین پر اپنی چادر بچھادی اور رکن (حجر اسود) اس میں رکھ کے فرمایا: قریش کے ہر ایک ربع سے ایک ایک شخص آئے۔ ربع اول بنی عبد مناف میں عتبہ بن ربیعہ (منتخب ہوئے) ربع ثانی میں ابو زمعہ، ربع ثالث میں ابو حذیفہ بن المغیرہ اور ربع رابع میں قیس بن عدی۔ اب رسول اللہؐ نے فرمایا: تم میں سے ہر فرد اس کپڑے کا ایک ایک گوشہ پکڑ لے اور سب مل کے اسے اٹھاؤ۔ سب نے اسی طرح اٹھایا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کو اسی جگہ (جہاں وہ ہے) اپنے ہاتھ سے اٹھا کے رکھ دیا۔ نجد کے ایک شخص نے بڑھ کر رسول اللہؐ کو ایک پتھر دینا چاہا، جس سے آنحضرت ﷺ رکن کو مظبوط کر سکیں۔ عباس بن عبد المطلب نے کہا: نہیں! اور اس شخص کو ہٹانے کے خود رسول اللہ ﷺ کو ایک پتھر دیا۔ جس سے آپ نے رکن کو مظبوط فرمایا۔ نجدی اس ہٹائے جانے پر غضب ناک ہوا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا بیت اللہ میں ہمارے ساتھ وہی شخص عمارت کا کام کر سکتا ہے جو ہم میں سے ہو۔ نجدی نے کہا آگاہ ہو جاؤ خدا کی قسم یہ شخص سب سے بڑھ جائے گا۔ سب کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا جائے گا اور خوش بختی اور سعادت ان سب سے بانٹ لے گا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کہنے والا ابلیس تھا[23]۔

غریبوں کی کفالت

آپ ﷺ کی عزت اور قبولیت مکہ میں غالباً سب پر فائق تھی کوئی آپ ﷺ کا دشمن نہ تھا۔ آپ ﷺ کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے والے بہت تھے۔ آپ ﷺ کی دانائی، خوش اطواری راست کرداری، دیانت اور امانت کا تمام ملک میں چرچا تھا۔ تجارت آپ ﷺ کا پیشہ تھی اور حضرت خدیجہؓ کے نکاح کے بعد آپ فارغ البالی سے زندگی بسر کر رہے تھے ایک مرتبہ قحط کے ایام تھے آپ ﷺ کے چچا ابو طالبؓ عیال دار آدمی تھے۔ اِن کی عزت و عظمت بزرگ خاندان اور خاندان بنو ہاشم ہونے کے سبب عزت بہت تھی مگر افلاس اور تنگی کے ساتھ گزر اوقات ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نے ابو طالب کی عسرتِ تنگی کا حال دیکھ کر اپنے چچا عباس بن عبد المطلب سے کہا کہ آج کل قحط کا زمانہ ہے اور ابو طالب کا کنبہ بڑا ہے مناسب یہ ہے کہ اِن کے لڑکے آپ اپنے گھر لے جائیں اِس طرح اِن کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا عباس بن عبد المطلب نے اِس مشورے کو پسند کیا اور دونوں ابو طالب کی خدمت میں پہنچے اور اپنی خواہش بیان کی تو ابو طالب نے کہا کہ عقیل کو تو میرے پاس رہنے دو اور باقیوں کو اگر آپکی خواہش ہے تو لے جاؤ۔ چنانچہ جعفر بن ابو طالب کو تو عباس بن عبد المطلب اپنے ساتھ لے گئے اور علی بن ابو طالب کو آپ ﷺ اپنے گھر لے گئے۔ یہ واقعہ اِسی سال کا ہے جس سال تعمیر کعبہ ہوئی یعنی آپ ﷺ کی عمر ۳۵ سال تھی اور علیؓ کی عمر پانچ سال تھی مگر یہ تعمیرِ کعبہ کے واقعے سے پہلے کا ہے۔

توجہ الی اللہ

آپ ﷺ کی عمر ۳۲، ۳۳ سال کی ہو گی کہ آپ کو توجہ الی اللہ اور خلوت گزینی کا شوق پڑا۔ آپ ﷺ کو ایک روشنی اور چمک سی نظر آیا کرتی تھی اور آپ ﷺ اِس روشنی کو دیکھ کر مسرور ہوا کرتے تھے۔ اِس روشنی میں کوئی صورت یہ آواز نہیں ہوتی تھی۔ عرب کے مشرکانہ مراسم سے آپ ﷺ کو ہمیشہ نفرت تھی۔ ایک مرتبہ مکہ میں بعض مشرکوں نے آپ ﷺ کے سامنے کچھ کھانا رکھا جو بتوں کے چڑھاوے کا تھا آپ ﷺ نے وہ کھانا زید بن عمرؓ کے آگے سرکا دیا۔ انھوں نے وہ کھانا نہیں کھایا اور مشرکوں سے مخاطب ہو کر کہا ہم بتوں کے چڑھاوے کا کھانا نہیں کھایا کرتے۔

آپ ﷺ کی خلوت اور تنہائی کی ساعات میں قدرتِ الٰہیہ پر غور کیا کرتے تھے اور تمہید و تقدیسِ الٰہی میں اکثر مصروف رہتے۔ شرک اور مشرکانہ کاموں سے آپ ﷺ بالکل محفوظ و مجتنب رہے۔ جوں جوں آپ ﷺ کی عمر چالیس سال ہوتی گئی تنہائی اور خلوت بڑھتی گئی اکثر آپ ﷺ اپنے ہمراہ ستو اور پانی لے کر غارِ حرا میں چلے جاتے غارِ حرا، کوہِ حرا (جس کو آج کل جبلِ نور کہتے ہیں) میں ایک غار تھا مکہ سے تین میل کے فاصلے پر منٰی کو جاتے ہوئے بائیں سمت واقع ہے۔ اِس غار کو طول چار گز اور عرض پونے دو گز تھا۔ اِس حالت میں آپ ﷺ کو سچے خواب آپ ﷺ کو سچے خواب آ جاتے تھے۔ سات برس کا زمانہ اِسی شوقِ عبادت اور توجہ الٰہی میں گزرا مگر آخری چھ مہینے میں گویا آپ ﷺ ہمہ تن عبادت الٰہی اور غارِ حرا کی خلوت نشینی ہی میں مصروف رہے اور انہی چھ مہینوں میں رویئے صادق کا سلسلہ بلاانقطاع جاری رہا۔

شرف نبوت

آنحضور اکرمؐ پیدائشی طور پر ایک نیک اور صالح انسان تھے مراسم جاہلیت اور لہو ولعب سے اجتناب کرتے تھے۔ شرک اور مشرکانہ کاموں سے آپؐ بالکل محفوظ و مجتنب رہے۔ آپؐ کی بعثت کا آغاز سچے خواب سے ہوا۔ ابن اسحاق حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں:

> "پہلی چیز جس سے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی ابتداء کی گئی وہ سچے خواب تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی بزرگی کا اظہار اور آپ کے ذریعے بندوں پر رحمت کرنی چاہی تو رسول اللہؐ نیند میں جو خواب دیکھتے وہ صبح صادق کی طرح ظاہر ہوتے ام المومنین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تنہائی آپ کے لئے محبوب بنادی تھی اور کوئی چیز آپ کو تنہائی میں رہنے سے زیادہ پسندیدہ نہ رہی تھی[24]۔"

سچے خواب کے علاوہ اشجار اور احجار آپؐ کو سلام کرتے تھے۔ آپؐ جس پتھر اور درخت سے گزرتے وہ السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ کہتا۔ جب آپؐ اپنے داہنے بائیں اور پیچھے دیکھتے تو درختوں اور پتھروں کے سوا کسی کو نہ دیکھتے۔ جوں جوں آپؐ کی عمر چالیس سال کے قریب ہوتی گئی تنہائی اور خلوت نشینی بڑھتی گئی۔ اکثر آپؐ ستو اور پانی اپنے ہمراہ لے کر ہر سال رمضان کے مہینے میں غار حراء میں چلے جاتے اور کئی دن تک وہاں عبادت اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ اس عبادت کو تحنث کہتے تھے۔ کائنات کے مشاہد اور اس کے پیچھے کار فرما قدرت نادرہ پر غور فرماتے۔ آپؐ کو اپنی قوم کے شرکیہ عقائد اور واہیات تصورات پر بالکل اطمینان نہ تھا لیکن آپؐ کے سامنے کوئی واضح راستہ، معین طریقہ اور افراط و تفریط سے ہٹی ہوئی کوئی ایسی راہ نہ تھی جس پر آپؐ اطمینان وسکون سے زندگی بسر کر سکتے۔ سات برس کا زمانہ اسی شوق عبادت اور توجہ الی اللہ میں گزرا مگر آخری چھ مہینے میں گویا آپؐ ہمہ تن عبادت الٰہی اور غار حراء کی خلوت نشینی ہی میں مصروف رہے۔ نبی ﷺ کی یہ تنہائی پسندی در حقیقت اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا ایک حصہ تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آپ کو آنے والے کار عظیم کے لئے تیار کر رہا تھا۔ در حقیقت جس روح کے لئے بھی یہ مقدر ہو کہ وہ انسانی زندگی کے حقائق پر اثر انداز ہو کر ان کا رخ بدل ڈالے اس کے لئے ضروری ہے کہ زمین کے مشاغل اور دنیا سے کٹ کر کچھ عرصے کے لئے الگ تھلگ اور خلوت نشین رہے۔

جب آپؐ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کا بلند مرتبہ بخشا۔ ایک دن آپؐ حسب معمول غار حرا میں مراقبہ میں مصروف تھے۔ ایک فرشتہ غار کے اندر آیا اور آپؐ کو سلام کیا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

> (---) فَقَالَ اقْرَاءْ فَقَالَ فَقُلْتُ لَهُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخِذْنِیْ فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّیْ الْجُهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اقْرَاءْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ الثَّانِیَةَ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّیْ الْجُهْدَ ثُمَّ اَرْسِلْنِیْ فَقَالَ اقْرَاءْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَغَطَّنِیْ الثَّالِثَةَ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّیْ الْجُهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِیَ فَقَالَ اقْرَاءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ حَتّٰی بَلَغَ مَا لَمْ یَعْلَمْ[25]

"وہ کہنے لگے پڑھیئے! آپؐ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپؐ فرماتے ہیں جبریلؑ نے یہ سن کر مجھے اتنا دبایا کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی (یا انہوں نے اپنا زور ختم کر دیا) پھر چھوڑ دیا اور کہنے لگے پڑھیئے میں نے کہا میں پڑھا لکھا نہیں ہوں انہوں نے مجھے دوبارہ اتنا دبایا کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی پھر چھوڑ دیا اور کہنے لگے پڑھیئے! میں نے کہا میں پڑھا لکھا نہیں ہوں، تیسری بار پھر زور سے دبایا اور مجھے تکلیف محسوس ہوئی پھر چھوڑ کر کہا اِ قْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَق (سورۃ علق) یعنی اپنے رب کے نام سے پڑھیئے جس نے ہر چیز پیدا کی مالم یعلم تک۔ "

اس کے بعد آپ گھر آئے اور حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دی۔ اور ورقہ بن نوفل کے پاس لے کے گئے۔ جنھوں نے آپ کو سب کچھ بتادیا۔ کہ آپ آخری نبی ہے۔

آنحضرت محمد ﷺ کے چیدہ واقعات سے اخذ شدہ اسباق:

رسول اللہ ﷺ اللہ پاک کے آخری نبی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پیدائش سے لے کر وفات تک ہم سب کے لئے عملی نمونہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃ حسنۃ[26]

"رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔"

آپؐ کا بچپن باقی بچوں کی طرح نہیں گزرا ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت بھی باقی بچوں کی طرح نہیں ہوئی ہے۔ پیدائش سے پہلے بھی اور پیدائش کے بعد بھی بہت سے معجزات سرزد ہوئی۔ پیدائش سے پہلے آپؐ کی والدہ حضرت آمنہ کے جسم سے خوشبو آتی تھی، وہ جس جگہ پر قدم رکھتی وہ روئی کی طرح محسوس ہو جاتی اور جس خزاں اور خشک جگہ پر قدم رکھتی وہ سرسبز ہو جاتی۔ پیدائش کے وقت آپؐ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی۔ جو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

رسول پاک ﷺ پیدائشی ایک نیک انسان تھے، اچھے عادات کے مالک تھے بابرکت والے انسان تھے۔ جب حضرت حلیمہ سعدیہ آپؐ کو لے کے گئیں تو ان کے مال واسباب میں برکت پیدا ہو گئی۔ ایک لاغر بکری ان کے پاس ہوتی تھی جو دودھ نہیں دیتی تھی مگر گھر میں رسول اللہؐ کے آنے کے بعد وہی بکری اتنا دودھ دینے لگی کہ سب کے سب سیر بھی ہو جاتے تھے اور بچ بھی جاتا تھا۔ جس کھانے کے دستر خوان پہ رسول اللہؐ بیٹھے تھے اس دن سب کے لئے کھانا کافی ہوتا تھا۔ اسی طرح جب حضرت محمد ﷺ ابو طالب کے پاس رہنے لگے تو ان کے گھر میں بھی برکتیں نازل ہونا شروع ہو گئیں۔ آپؐ کو خاص طور پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے، حالت یہ تھی کہ ابو طالب کے عیال واطفال خود ایک ساتھ یا الگ الگ، کسی طرح بھی کھانا کھاتے مگر سیر وآسودہ نہ ہوتے لیکن جب رسول اللہ ﷺ کھانے میں شریک ہوتے تو سب کے سب آسودہ ہو جاتے۔ لڑکوں کو کھانا کھلانا چاہتے تو ابو طالب کہتے: کما انتم حتیٰ یحضر ابنی (تم لوگ تو جیسے ہو ظاہر ہو، ٹھہرو میرا بیٹا آجائے)۔ رسول اللہ

ﷺ آتے اور ساتھ کھاتے تو کھانا بچ جاتا، اور اگر آپ ﷺ ساتھ میں نہ ہوتے تو لڑکوں کو سیری نصیب نہ ہوتی، اسی بنا پر ابو طالب آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے کہا کرتے کہ انک لمبارک (تو حقیقت میں بابرکت ہے)[27]۔

حضرت محمد ﷺ کے بکریاں چرانے میں ہمارے لئے سبق ہے۔ جب نبی ﷺ نے بھی یہ کام کیا ہے تو ہم بدرجہ اولیٰ اس کے قابل ہیں اس کے علاوہ اس پیشے سے انسان میں بہت اچھی عادتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ کیوں کہ بکری کمزور اور ضعیف ترین جانور ہے۔ جو شخص بکریاں چرانے کا کام کرتا ہے اس میں قدرتی طور پر نرمی، محبت اور انکساری کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ ہر کام اور پیشہ کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں اور وہ خصوصیات اس شخص میں پیدا ہو جاتی ہے جو وہ کام کرتا ہے مثلاً قصاب کے دل میں قدرتی طور پر اپنے کام کی وجہ سے خشونت اور سختی پیدا ہو جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح بکریوں کی دیکھ بھال اور نگرانی سے دل میں نرمی اور لطف و کرم پیدا ہوتا ہے جو خود اس جانور کی فطرت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہی شخص جب مخلوق کی تربیت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو پہلے ہی اس کی طبیعت کی گرمی اور مزاجی سختی ختم ہوتی ہے اور مخلوق کی تربیت کے وقت وہ بہترین مزاج اور طبیعت کا مالک ہوتا ہے۔ جو ایسے بڑے اہم کام کے لئے سب سے ضروری چیز ہے کیوں کہ نرم مزاجی، نرم گفتاری اور خوش اخلاقی ہی آدمی کا ایسا جوہر ہے جو سب کا دل موہ لیتی ہیں اور آدمی کو ہر خاص و عام میں ہر دلعزیز بنا دیتی ہیں[28]۔

حضرت محمد ﷺ کا بچپن ہمارے بچوں اور بڑوں سب کے لئے سبق آموز ہے۔ آپ ﷺ کے بچپن کے واقعات جیسے شام کے پہلے سفر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن عام بچوں کی طرح کھیل کھود میں نہیں گذرا بلکہ آپ ﷺ میں نبوت کی نشانیاں شروع سے موجود تھیں۔ اس قسم کا ایک واقعہ اس وقت بھی پیش آیا جب آپ ﷺ بدوی قبیلہ میں اپنی دایہ کے پاس تھے۔ وہاں حبشہ کے کچھ عیسائیوں نے آپ ﷺ کو بغور دیکھا اور کچھ سوالات کئے یہاں تک کہ نبوت کی نشانیاں پائیں اور پھر کہنے لگے کہ ہم اس بچے کو پکڑ کر اپنی سرزمین میں لے جائیں گے۔ اس واقعہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ لوٹا دیا گیا[29]۔ حضرت محمد ﷺ بچپن میں بھی لڑائیوں اور فسادوں سے دور رہنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ تقریباً چودہ یا پندرہ سال کے تھے کہ آپ ﷺ کے خاندان اور بنی قیس کے درمیان جنگ فجار ہوئی اس جنگ کو اس لئے جنگ فجار کہتے ہے کیوں کہ یہ جنگ حرمت والے مہینے میں ہوئی۔ اس جنگ میں رسول پاک ﷺ نے حصہ تو لیا مگر کسی پر ہاتھ نہیں بڑھایا صرف اپنے چچاؤں کو وہ تیر جو دشمن کی طرف سے آتی تھی، وہ ہاتھ میں پکڑاتے تھے۔ باقاعدگی سے جنگ میں حصہ نہیں لیا۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ ﷺ صادق اور امین تھے۔ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ امانت کا لحاظ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو آپؐ کے دشمن تھے وہ بھی آپؐ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ ہجرت کے

موقع پر آپؐ نے قریش کی واپس کروانے کے لئے حضرت علیؓ کو اپنی بستر پر سلا دیا۔ آپؐ کے امین ہونے کی وجہ سے دشمن نے بھی اپنی امانتیں آپؐ کے پاس رکھوائی۔

آپؐ بڑے مدبر اور امن پسند تھے۔ کئی قوموں کو جنگوں سے بچایا۔ جیسے تنصیب حجر اسود کے موقع پر سب لوگ جنگ کے لئے تیار ہو گئے لیکن آپؐ نے ایسا فیصلہ کیا جس پر سب متفق ہو گئے اور مان گئے لڑائی سے بچ گئے۔ سب نے تنصیب حجر اسود میں حصہ لیا اور آخری موقع پر آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اپنی جگہ پر رکھا۔ یہ گویا اشارہ تھا کہ دینِ الٰہی کی عمارت کا آخری تکمیلی پتھر اِن ہی ہاتھوں سے نصب ہو گا۔

خلاصہ

آپ ﷺ آخری نبی ہے۔ آپؐ ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے آپؐ در یتیم تھے۔ پیدائش کے دو تین دن بعد حضرت حلیمہ سعدیہ لے گی گئی۔ پانچ چھ سال صحرا میں حضرت سعدیہ کے پاس گزارے۔ شق صدر کے بعد اپنی والدہ کے ساتھ رہنے لگے۔ والدہ کی وفات کے بعد آپ کے دادا نے آپ کی کفالت کی۔ دادا کے انتقال کے بعد ابو طالب نے آپ کی کفالت کی۔ دس سال کی عمر میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ چودہ یا پندرہ سال کی عمر میں حرب فجار میں حصہ لیا۔ تقریباً بیس سال کی عمر میں حلف فضول میں شریک ہوئے۔ آپ صادق اور امین تھے۔ حضرت خدیجہ آپؐ سے بہت متاثر ہو گئی اس وجہ سے اس نے آپ کے ساتھ نکاح کیا۔ نکاح کے وقت آپؐ کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔ آپ مشرکانہ ماحول سے تنگ آ کر عبادت کے لئے غار حرا جانا شروع کیا۔ وہیں پہ چالیس سال کی عمر میں آپ پر نبوت نازل ہوئی۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ الذاریات 51: 56
2 سورۃ سبا 33: 28
3 سورۃ البقرۃ 2: 127
4 پروفیسر غلام رسول چیمہ، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ: 583، لاہور، چوہدری غلام رسول اینڈ سنز پبلشرز، 2012ء
5 علامہ شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ 1: 109، لاہور، مکتبہ رحمانیہ (س۔ن)
6 عبد الملک بن ہشام، سیرۃ النبی ابن ہشام 1: 162، لاہور، المیزان، 2010ء
7 سیرۃ النبی ﷺ 1: 114
8 مسلم بن حجاج القشیر، صحیح مسلم: 101، کراچی، دار الاشاعت (س۔ن)
9 کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، سیرت مصطفی ﷺ: 82، کراچی، کتب خانہ مظہری (س۔ن)
10 سیرۃ النبی ابن ہشام 1: 170
11 مبارکپوری، مولانا صفی الرحمن، الرحیق المختوم: 87، لاہور، مکتبہ السلفیہ، 1995ء

12 سیرۃ النبی ﷺ 1: 117

13 سورۃ النحل 16: 6

14 محمد بن سعد، طبقات ابن سعد 1: 137- 138، کراچی، نفیس اکیڈمی (س۔ن)

15 سیرۃ النبی ابن ہشام 1: 190

16 طبقات ابن سعد 1: 148

17 ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل عماد الدین، تاریخ ابن کثیر 3: 134، کراچی، دارالاشاعت، 2008ء

18 نفس مصدر 1: 748

19 ابن جریر، علامہ ابو جعفر محمد بن یزید طبری، تاریخ طبری 1: 48- 49، کراچی، نفیس اکیڈمی، 2004ء

20 نفس مصدر 1: 49

21 سیرۃ النبی ابن ہشام 1: 191

22 مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، تاریخ اسلام 1: 79، کراچی، مکتبہ العلم (س۔ن)

23 طبقات ابن سعد 1: 163- 164

24 امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب و اوّلُ ما بدیءَ بہ رسول اللہ ﷺ من الوحی الرویا الصالحۃ، حدیث (6982) دار طوق النجاۃ، 1422ھ

25 صحیح بخاری، کتاب التعبیر، حدیث (6499)

26 سورۃ الاحزاب 33: 21

27 طبقات ابن سعد 1: 136

28 حلبی، علی ابن برہان الدین، سیرۃ حلبیہ 1: 396- 397، کراچی، دارالاشاعت، 2009ء

29 سیرۃ النبی ابن ہشام 1: 169